پندرہ روزہ
لکھنؤ

تعمیرِ حیات

"بے چینی اور اضطراب جو ایک زمانہ سے یونیورسٹیوں پر مسلط ہے اور ان کو جنگ و جدال کا میدان بنائے ہوئے ہے بلا سبب نہیں"

تعلیمی اداروں کے انتشار اور اس کے اسباب و علاج پر مدینہ یونیورسٹی کی اکیڈمک کونسل سے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا خطاب

[illegible]

(مترجم: نور عظیم ندوی)

[illegible]

نوجوانوں کے سامنے کوئی ایسا پیغام نہیں جس پر وہ محکم ایمان رکھتے ہوں اور جس کی حمایت میں سرگرم ہوں

ان کے سامنے کوئی ایسی دعوت نہیں جو ان کے دل میں سما جائے اور ان کے احساس و شعور پر چھا جائے

[illegible]

۴۔ تعلیمی اداروں کے اساتذہ [illegible]

[illegible]

۳۔ نوجوانوں کے سامنے کوئی ایسا پیغام نہیں جس پر وہ محکم ایمان رکھتے ہوں اور جس کی حمایت میں سرگرم ہوں [illegible]

[illegible]

۵۔ پڑھنے اور پڑھانے والوں کے اندر کوئی پرجوش اور [illegible]

[illegible]

بقیہ صفحہ [illegible]

پندرہ روزہ

تعمیر حیات لکھنؤ

جلد نمبر ۱۱ — شمارہ نمبر ۱۵

سالانہ دس روپے — فی پرچہ ۴۰ پیسے

شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۰ جون ۱۹۷۴ء ۔ ۱۸ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ

اسحاق جلیس ندوی

ایک قدآور انسان!

انسان اس دنیا میں ہزاروں برس سے آباد ہیں، انکی سینکڑوں برس کی تاریخ محفوظ ہے جس میں [illegible] اس میں آدمی کیسی اونچی نظر آتے ہیں کیسی نیچا ۔ کبھی اس انسان کی کیا کیا ہم جس پر انسانیت [illegible] کے حساس و باشعور انسانوں کے احساسات ہے ع

"انسان [illegible]"

ع ۔ "[illegible] انسان [illegible] سارے"

ع ۔ "آدمی کے لئے آساں نہیں انساں ہونا"

اس قسم کے مصرعے ڈھل گئے ہیں ۔

کروڑ انسانی آبادی کے اس مختصر انسانی گروہ کا ایک فرد ۱۹ مئی ۱۹۷۴ء کی صبح ۱۰ بجے ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگیا ۔ بالکلوں کی دنیا کا ایک قدآور انسان ڈاکٹر عبدالجلیل فریدی [illegible] اس دنیائے فانی کو خیرباد کہہ گیا ۔۔۔ انتقال سے چند دنوں پہلے عیادت کے لئے انکے یہاں حاضری ہوئی تھی تو انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا تھا "کیا کروں بیماری پیچھا نہیں چھوڑتی" کسے خبر تھی چند ہی دنوں بعد [illegible] اور تمام [illegible] انسان لکھنؤ کی [illegible] ہمیشہ [illegible] ہو جائیگا

[illegible] ساتھ [illegible] نے

ڈاکٹر عبدالجلیل فریدی ایک فرد نہیں بلکہ ایک تاریخ تھے ایک داستان تھے ایک کردار تھے [illegible] سب مسلمانوں کے لئے جو ملک کی صحت سیاست کی اصلاح اپنے مذہب و تہذیب کے تحفظ اور اپنے حقوق کی حفاظت چاہتے ہیں ۔۔۔ ڈاکٹر فریدی کی موت نے ہندوستانی مسلمانوں کو ایک ایسے رہنما سے محروم کر دیا جس نے [illegible] شرافت نفس اور انسان دوستی [illegible] اور اخلاق کی [illegible] وہ ان کے ساتھ [illegible] مختلف خیالات [illegible] [illegible] ڈاکٹر فریدی [illegible] اور [illegible] کی [illegible] ہے ۔

ڈاکٹر فریدی نے زندگی کا آغاز [illegible] اپنے فن میں اختصاص پیدا کرنے میں صرف کیا [illegible] ایک ایسے [illegible] زندگی کی علامت بن جاتی تھی ۔ [illegible] زندگی [illegible] مسلمانوں کو [illegible] شخصیت [illegible] ۔ ڈاکٹر فریدی کا [illegible] ملک و ملت کی خدمت [illegible] ہے [illegible] جب [illegible] ڈاکٹر فریدی [illegible] ہوتا [illegible] ۔

[illegible] ۱۹۶۲ء [illegible] مسلم مجلس [illegible]

جماعت اسلامی اور موثر شخصیت کے لئے کسی ریاست کی گورنری یا اترپردیش کی وزارت اعلیٰ دست بستہ حاضر ہوتی ۔۔۔ مگر وہ ہمیشہ ع "کہ مقام اجتہادات اقبال" کا نمونہ بنے رہے ۔۔۔ موجودہ جماعتی سیاست [illegible] اور مال و دولت سے بے نیاز اور بے تعلق رہے ۔

پرجا سوشلسٹ پارٹی کی اترپردیش کونسل میں قیادت اور پھر اپنے سوشلسٹ دوستوں کی راست روی و قربت و رفاقت کے بعد انکی زندگی میں نیا موڑ آیا ۔۔۔ ۱۹۶۲ء میں راوڑکیلا، جمشید پور وغیرہ کے خونریز فسادات نے جو ہولناک حالات پیدا کر دیئے تھے ۔ اس دور میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ڈاکٹر سید محمود، مفتی عتیق الرحمٰن وغیرہ نے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لئے مسلم مجلس مشاورت کی بنیاد ڈالی ۔ ڈاکٹر فریدی اس میں پیش پیش تھے ۔ ندوۃ العلماء (جسکے مقاصد میں ایک اہم مقصد اتحاد ملت کی دعوت ہے) کی تاریخی چہار دیواری میں ۸-۹ اگست ۱۹۶۴ء کو مسلم مجلس مشاورت کی بنیاد پڑی اور ڈاکٹر فریدی جن کا موضوع مریضوں کی چارہ سازی اور تیمارداری تھا ملت اسلامیہ کے زخموں پر مرہم رکھنے اور ہندوستان میں مختلف مذاہب اور فرقوں کے درمیان محبت، واقفیت، اتحاد و ہم آہنگی کی فضا پیدا کرنے میں سرگرم ہوگئے ۔

ڈاکٹر فریدی نے ہندوستان کے مسلمانوں کی سربلندی، انکے مسائل اور مشکلات کے حل کے لئے ہر ممکن کوشش کو اپنایا جس سے ذرہ برابر بھی اس مقصد کے حصول کی امید تھی ۔۔۔ ۱۹۶۷ء میں کانگریس مخالف ہر جگہ انہوں نے مسائل کا حل یہی تو سمجھتے تھے کہ ہر صورت میں کانگریس کی اترپردیش اور کئی ریاستوں پر اجارہ داری ختم ہو مگر ... مسلمانوں کے مسائل جوں کے توں رہے ۔

کانگریس میں پھوٹ اور فرقہ پرستی کے بعد جب [illegible] کانگریس ترقی پسند، غریب پرور اور اقلیت نواز پارٹی کے روپ میں سامنے آئی تو انہوں نے اس کی کھل کر مخالفت کی مگر ع "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ" ان تجربات سے ابھی اس نتیجہ تک پہونچایا کہ مسلمانوں کی اپنی سیاسی تنظیم ضروری ہے ۔ انہوں نے مسلم مجلس نامی سیاسی جماعت کی بنیاد ڈالی ۔ مگر یہ بھی مسلم لیگ کی طرح فرقہ پرست جماعت بنانے کے بجائے غیر مسلموں کو بھی ساتھ لینے کی کوشش کی ۔ گذشتہ سال ان کی تحریکوں میں سے مسلم یونیورسٹی کے سلسلہ میں جو تحریک شروع کی گئی تو جیل جانے والوں میں ڈاکٹر فریدی کے ساتھ ہزاروں مسلم اور غیر مسلم بھی تھے ۔ تقسیم کے بعد کسی مسلمان لیڈر کی یہ سب سے بڑی کامیابی ہے کہ وہ اپنے ایک شخص کی آواز پر برادران وطن کو بھی اپنا ہمنوا بنائے ایسا متوازن و معتدل [illegible] جیل کی کال کو قبول کرکے ساتھ دیں ۔

اترپردیش کے حالیہ انتخابات میں بی ۔ کے ۔ ڈی ۔ سے ۔ ایس ۔ پی اور مسلم مجلس کا اتحاد ملک میں ایک عدیم المثال اتحاد تھا جس نے فرقہ پرستی کو زبردست نقصان پہنچایا ۔۔۔ ڈاکٹر فریدی بہرحال انسان تھے ان سے غلطیوں کا صدور ہوا ہوگا جس سے ہر ایک انسان دوچار ہوتا ہے لیکن انکے خلوص پر کسی کو شبہ نہیں آسکتا ہے ۔ انہوں نے مشرقی اور اسلامی اقدار سے وفاداری، مسلمانوں کے مسائل و مشکلات سے دلچسپی اور ملک کی بھلائی کے اصلاح کے لئے جو جدوجہد کی ہے وہ ناقابل فراموش ہے ۔ انکی سب سے بڑی سعادت یہ بھی کہ وہ اس حال میں دنیا سے گئے کہ چند اللہ کے مقبول و برگزیدہ بندے ان سے خوش تھے اور انکے لئے دعاگو ۔

ع ۔۔۔ "حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا"

علال الفاسی اور شیخ ابوزہرہ

"دو دیئے اور بجھے اور بڑھی تاریکی"

مراکش کے مشہور رہنما اور اسلامی تحریک کے علمبردار شیخ علال الفاسی [illegible] ہوگیا انا للہ ۔۔۔ مرحوم رومانیہ [illegible] تھے رومانیہ کے ایک مشہور شہر سے گفتگو کرتے ہوئے حرکت قلب بند ہوگئی ۔

علال الفاسی نے مراکش کو فرانسیسی سامراج سے نجات دلانے کے لئے [illegible] ۱۹۳۷ء میں [illegible] پارٹی کی بنیاد رکھی فرانسیسی حکام نے ان کی سرگرمیوں سے تنگ آکر انہیں جلاوطن کر دیا ۔ علال الفاسی جلاوطنی کے ایام میں بھی مراکش کی آزادی کے لئے جدوجہد کرتے رہے اور دنیا کی رائے عامہ کو فرانسیسیوں کے استبداد کے خلاف ہموار کرتے رہے ۔ ۱۹۵۶ء میں مراکش آزاد ہوا تو وہ مراکش واپس آئے کچھ عرصہ تک وہ وزارت پر بھی فائز رہے پھر ستعفی ہوگئے اور اپنی ساری توجہ اسلامی اتحاد اور مسلمانوں میں شعور و بیداری پیدا کرنے پر مرکوز کر دی ۔

عالم اسلام کے [illegible] شیخ ابوزہرہ [illegible] اسلامی فقہ و قانون [illegible]

> **حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی سفر حجاز سے واپسی**
>
> [illegible]

قرآن مجید اور اُسکے مخالفوں میں باہمی نزاع

(مولانا ابو الکلام آزاد)

اب چند لمحوں کے لئے اس نزاع پر غور کرو جو قرآن اور اس کے مخالفوں میں پیدا ہو گئی تھی۔ یہ مخالف کون تھے؟ پچھلے مذاہب کے پیرو تھے، جن میں سے بعض کے پاس کتاب تھی، بعض کے پاس نہ تھی۔

اچھا یہ نزاع کیا تھی۔؟

کیا یہ تھی کہ قرآن نے ان کے بانیوں اور رہنماؤں کو جھٹلایا تھا، یا ان کی مقدس کتابوں سے انکار کیا تھا؟ اور اس لئے وہ اس کی مخالفت میں کمربستہ ہو گئے تھے۔؟

کیا یہ تھی کہ اس نے دعوی کیا تھا، خدا کی سچائی صرف میرے ہی حصہ میں آئی ہے۔ اور تمام پیروان مذاہب کو چاہیئے اپنے مذہبوں کی دعوتوں سے برگشتہ ہو جائیں۔؟

یا پھر اس نے دین کے نام سے کوئی ایسی چیز پیش کر دی تھی جو پیروان مذاہب کے لئے بالکل نئی بات تھی، اور اسلئے قدرتی طور پر انہیں ماننے میں تامل تھا۔؟

قرآن کے صفحے کھلے ہوئے ہیں اور اسکے نزول کی تاریخ بھی دنیا کے سامنے ہے، یہ دونوں ہمیں بتلاتے ہیں کہ ان تمام باتوں میں سے کوئی بات بھی نہ تھی، اور نہ ہو سکتی تھی۔ اس نے نہ صرف ان تمام رہنماؤں کی تصدیق کی جن کے نام لیوا اسکے سامنے تھے، بلکہ صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا، مجھ سے پہلے جتنے بھی رسول اور مذاہب کے بانی آچکے ہیں میں سب کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور ان میں سے کسی ایک کے انکار کو بھی خدا کی سچائی کا انکار سمجھتا ہوں۔ اس نے کسی مذہب کے ماننے والے سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ وہ اپنے مذہب کی دعوت سے انکار کر دے، بلکہ جب کبھی مطالبہ کیا تو یہی کیا کہ اپنے اپنے مذہبوں کی حقیقی تعلیم پر کاربند ہو جاؤ، کیونکہ تمام مذہبوں کی اصل تعلیم ایک ہی ہے۔ اس نے نہ تو کوئی نیا اصول پیش کیا، نہ کوئی نیا عمل بتلایا، اس نے ہمیشہ انہیں باتوں پر زور دیا جو دنیا کے تمام مذاہب کی سب سے زیادہ جانی بوجھی ہوئی باتیں رہی ہیں، یعنی ایک پروردگار عالم کی پرستش، اور نیک عملی کی زندگی! اس نے جب کبھی لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی ہے تو یہی کہا ہے، اپنے اپنے مذہبوں کی حقیقی تعلیم از سر نو تازہ کر لو، تمہارا ایسا کرنا ہی مجھے قبول کر لینا ہے۔

سوال یہ ہے، جب قرآن کی دعوت کا یہ حال تھا، تو پھر آخر اس میں اور اس کے مخالفوں میں وجہ نزاع کیا تھی؟ ایک شخص جو کسی کو نہیں جھٹلاتا، سب کو مانتا اور سب کی تعظیم کرتا ہے، اور جو ... ... کی تلقین کرتا ہے جو سب کے ... ... اس سے لوگ کیوں لڑنے لگے؟ کیوں لوگوں کو اس کا ساتھ دینے سے انکار ہو۔؟

کہا جا سکتا ہے کہ قریش مکہ کی مخالفت اس بنا پر تھی کہ قرآن نے بت پرستی سے انکار کر دیا تھا اور وہ بت پرستی کے طریقوں سے باز نہ آ سکے تھے۔ بلاشبہ ایک وجہ نزاع یہ بھی تھی، مگر ... ... نہیں ہو سکتی، سوال یہ ہے کہ یہودیوں کو ... ... سے قطعاً ... ... یہودی و عیسائی

کیوں بر سر پیکار ہو گئے، جنہوں نے کبھی بت پرستی کی حمایت کا دعوی نہیں کیا۔؟

اصل یہ ہے کہ پیروان مذاہب کی مخالفت اس لئے نہ تھی کہ وہ انہیں جھٹلاتا کیوں ہے، بلکہ اس لئے تھی کہ جھٹلاتا کیوں نہیں؟ ہر مذہب کا پیرو چاہتا تھا کہ وہ صرف اسی کو سچا کہے، باقی سب کو جھٹلائے، اور چونکہ وہ یکساں طور پر سب کی تصدیق کرتا تھا اس لئے کوئی بھی اس سے خوش نہیں ہو سکتا تھا۔ یہودی اس بات سے تو بہت خوش تھے کہ قرآن حضرت موسیٰ کی تصدیق کرتا ہے، لیکن وہ صرف اتنا ہی نہیں کرتا تھا، وہ حضرت مسیح کی بھی تصدیق کرتا تھا، اور یہیں آکر اس میں اور یہودیوں میں نزاع شروع ہو جاتی تھی، عیسائیوں کو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا کہ حضرت مسیح اور حضرت مریم کی پاکی و صداقت کا اعلان کیا جائے؟ لیکن قرآن صرف اتنا ہی نہیں کرتا تھا، وہ یہ بھی کہتا تھا کہ نجات کا دارومدار عمل پر ہے، نہ کفارہ اور اصطباغ پر، اور قانون نجات کی یہ عالمگیر وسعت عیسائی کلیسا کے لئے ناقابل برداشت تھی۔

اسی طرح قریش مکہ کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی دل خوش کن صدا نہیں ہو سکتی تھی کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی بزرگی کا اعتراف کیا جائے، لیکن جب وہ دیکھتے تھے کہ قرآن جس طرح ان دونوں کی بزرگی کا اعتراف کرتا ہے، اسی طرح یہودیوں کے پیغمبروں اور عیسائیوں کے داعی کا بھی معترف ہے، تو ان کے قومی اور جاہلی غرور کو ٹھیس لگتی تھی، وہ کہتے تھے ایسے لوگ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے پیرو کیونکر ہو سکتے ہیں جو ان کی بزرگی اور صداقت کی صف میں دوسروں کو بھی لاکھڑا کرتے ہیں۔؟ مختصراً یوں سمجھنا چاہیئے کہ قرآن کے تین اصول ایسے تھے جو اس میں اور تمام پیروان مذاہب میں وجہ نزاع ہو گئے۔

۱۔ وہ مذہبی گروہ بندی کی روح کا مخالف تھا، اور دین کی وحدت یعنی ایک ہونے کا اعلان کرتا تھا۔ اگر پیروان مذاہب یہ مان لیتے تو انہیں یہ تسلیم کر لینا پڑتا کہ دین کی سچائی کسی ایک ہی گروہ کے حصہ میں نہیں آئی ہے، سب کو یکساں طور پر ملی ہے، لیکن یہ ماننا ان کی گروہ پرستی پر شاق گذرتا تھا۔

۲۔ قرآن کہتا تھا، نجات اور سعادت کا دارومدار عمل پر ہے، نسل، قوم، گروہ بندی اور ظاہری رسم و ریت پر نہیں ہے۔ اگر یہ اصل وہ تسلیم کر لیتے تو عمرانات کا دروازہ بلا امتیاز تمام نوع انسانی پر کھل جاتا، اور کسی ایک مذہبی حلقہ کی ٹھیکیداری باقی نہ رہتی، لیکن اس بات کے لئے ان میں سے کوئی بھی تیار نہ تھا۔

۳۔ وہ کہتا تھا، اصل دین خدا پرستی ہے، اور ایک خدا کی ... ... لیکن دنیا کے تمام مذہبی گروہ ... ... شرک و بت پرستی کے طریقے اختیار کر لئے تھے، اور گو انہیں اس سے انکار نہ تھا کہ اصل دین خدا پرستی ہی ہے، اور خدا ایک ہی ہے، لیکن یہ بات نا گوار گذرتی تھی کہ اپنے ... ... سے دستبردار ہو جائیں۔

خلاصۂ بحث: مذکورہ بالا تفصیلات کا ماحصل ... ... دفعات میں بیان کیا جائے گا۔

۱۔ نزول قرآن کے وقت دنیا کا مذہبی تخیل ... ... وحدت نہیں رکھتا تھا کہ نسلوں، خاندانوں اور قبیلوں کی ... ... حد بندیوں کی طرح، مذہب کی بھی ایک خاص گروہ بندی ہو گئی تھی، ہر گروہ بندی کا آدمی سمجھتا تھا، دین کی سچائی صرف اسی کے حصہ میں آئی ہے، جو انسان اسکی مذہبی حد بندی میں داخل ہو گیا ہے، باقی ... ... جو داخل نہیں ہے، وہ نجات سے محروم ہے۔

۲۔ ہر گروہ کے نزدیک مذہب کی اصل و حقیقت محض کچھ ظاہری اعمال و رسوم تھے، جونہی ایک انسان انہیں اختیار کر لیتا، یقین کیا جاتا کہ نجات و سعادت اسے حاصل ہو گئی۔ مثلاً عبادت کی شکل و طریقہ، قربانیوں کے رسوم و عوائد، کسی خاص کھانے کا کھانا یا نہ کھانا، کسی خاص وضع و قطع کا اختیار کرنا یا نہ کرنا۔

۳۔ چونکہ یہ اعمال و رسوم ہر مذہب میں الگ الگ تھے، اس لئے ہر مذہب کا پیرو یقین کرتا تھا کہ دوسرا مذہب مذہبی صداقت سے خالی ہے، کیونکہ اس کے اعمال و رسوم ویسے نہیں ہیں جیسے اس نے اختیار کر رکھے ہیں۔

۴۔ ہر مذہبی گروہ کا دعوی صرف یہی نہ تھا کہ وہ سچا ہے بلکہ یہ بھی تھا کہ دوسرا جھوٹا ہے۔ نتیجہ یہ تھا کہ ہر گروہ صرف اسی پر قانع نہیں رہتا تھا کہ اپنی سچائی کا اعلان کرے، بلکہ ضروری سمجھتا کہ دوسروں کے خلاف تعصب و نفرت پھیلائے۔ اس صورت حال نے نوع انسانی کو ایک دائمی جنگ و جدال کی حالت میں مبتلا کر دیا تھا، مذہب اور خدا کے نام پر ہر گروہ دوسرے گروہ سے نفرت کرتا اور اس کا خون بہانا جائز سمجھتا۔

۵۔ لیکن قرآن نے نوع انسانی کے سامنے مذہب کی عالمگیر سچائی کا اصول پیش کیا:

(الف) اس نے نہ صرف یہی بتلایا کہ ہر مذہب میں سچائی ہے، بلکہ صاف صاف کہا کہ تمام مذاہب سچے ہیں۔ اس نے کہا، دین خدا کی عام بخشش ہے، اس لئے ممکن نہیں کہ کسی ایک قوم یا نسل کو دیا گیا ہو، اور دوسروں کا اس میں کوئی حصہ نہ ہو۔

(ب) اس نے کہا، خدا کے تمام قوانین فطرت کی طرح انسان کی روحانی سعادت کا قانون بھی ایک ہی ہے، اور سب کے لئے ہے۔ پس پیروان مذاہب کی سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ انہوں نے دین الہی کی وحدت فراموش کر کے الگ الگ گروہ بندیاں کر لی ہیں، اور ہر گروہ بندی دوسری گروہ بندی سے لڑ رہی ہے۔

(ج) اس نے بتلایا کہ خدا کا دین اس لئے تھا کہ نوع انسانی کا تفرقہ اور اختلاف دور ہو۔ اس لئے نہ تھا کہ تفرقہ و نزاع کی ایک علت بن جائے! پس اس سے بڑھ کر گمراہی اور کیا ہو سکتی ہے کہ جو چیز تفرقہ دور کرنے کے لئے آئی تھی اسی کو تفرقہ کی بنیاد بنا لیا گیا۔

(د) اس نے بتلایا کہ ایک چیز دین ہے، ایک شرع و منہاج ہے۔ دین ایک ہی ہے، اور ایک ہی طرح پر سب کو دیا گیا ہے، البتہ شرع و منہاج میں اختلاف ہوا، اور یہ اختلاف ناگزیر تھا، کیونکہ ہر عہد اور ہر قوم کی حالت یکساں نہ تھی، اور ضروری تھا کہ جیسی جس کی حالت ہو ویسے ہی احکام و اعمال اس کے لئے اختیار کئے جائیں۔ پس شرع و منہاج کے اختلاف سے اصل دین مختلف نہیں ہو جاتا ... ... دین کی حقیقت ... ... جو اصل شرع و منہاج کے اختلاف ... ...

(ھ) اس نے بتلایا کہ تمہاری مذہبی گروہ بندیاں ... ... اور ... ... رسوم کو انسانی نجات و سعادت میں کوئی ... ...

سید ضیاء الحسن ندوی [illegible]

مسلمانوں میں مروجہ دو نظامہائے تعلیم کے مضر اثرات اور ان کا حل

عالم کے مسافر کے قدم جتنا بڑھ گئے ہیں ان کو اتنا ہی پیچھے لانا پڑے گا تاکہ جہاں سے وہ بھٹکا ہے وہاں سے ازسرنو اپنا آئندہ سفر شروع کرے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہماری تہذیب کی روح معاشرہ میں
عدل و انصاف
اور کار خیر میں
مدد و تعاون

از ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی —— ترجمہ: شمس الدین ندوی

[illegible]

اور لوگوں کو نفع پہنچانے والے امور سے شر و فساد کے خاتمہ کے لئے کوشاں رہے۔

یہ ہیں ہماری تہذیب کے جنگی اصول اور یہ ہے ہمارا جنگی اخلاق۔ عدل و انصاف، رحم اور وفاداری کا نمونہ [illegible]

[illegible]

بقیہ: قرآن مجید اور صحف انبیاء میں باہمی ربط

[illegible]

(۶) مذاہب عالم کا اختلاف [illegible]

[illegible]

[illegible] ڈاکٹر قریشی کے سانحۂ ارتحال پر تعزیتی جلسہ

[illegible]

[illegible] — حالیہ فوجی انقلاب اور اسکے اسباب۔

[illegible]

[illegible] میں حالیہ فوجی انقلاب اور اسکے اسباب وعلل:

[illegible]

[illegible] حیات کی توسیع اشاعت میں حصہ لیجیے

مسعود احمد، معتمد دار المصنفین

مولانا عبدالسلام ندوی بحیثیت نقاد

دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اپنے دور کمال میں چند ایسی شخصیتیں پیدا کیں جن کو علم و ادب کے میدان میں امتیاز حاصل ہوا، جن کا قلم بڑا ہی سبک خرام اور فکر کی جولانگاہ علم و فن کی دنیا میں نت نئے شگوفے کھلاتی تھی۔ انھیں بلند پایہ شخصیتوں میں سے ایک مولانا عبدالسلام ندوی بھی ہیں۔

مولانا عبدالسلام صاحب ندوی کی ذات ایک ہمہ داں عالم، فلسفی مزاج مصنف اور قادر الکلام انشاء پرداز کی حیثیت سے علم و فن کے مختلف گوشوں پر آبکاری کرتی نظر آتی ہے۔ الٰہیات، اقرانیات، نفسیات، تفسیر و حدیث، فقہ، کلام اور تاریخ آپ کے محبوب فن رہ چکے ہیں لیکن تاریخ ادب اردو اور اردو ادب پر مضامین لکھنے میں آپ کے رشحات قلم کی بات ہی کچھ اور ہے یہاں آکر آپ کی طبیعت کھل اٹھتی ہے۔ معانی و مطالب کے دریا بہتے ہیں جو الفاظ کے خوشنما جاموں میں پیچھے نظر آتے ہیں۔ ادب و انشاء میں یہ امتیاز علامہ شبلی کی طرف سے وراثتاً آپکو ملا تھا، طبیعت فطرتاً شاعرانہ اور تخیل پرست تھی، تحریر اور رنگ زندگی کے بیانات دلکش و منفرد آپ کی تحریریں ہوتے، شگفتہ ہوئی عبارت کو شستہ و تسنیم سے دھلے ہوئے الفاظ اور قلم برداشتہ لکھنا آپ کے امتیازات میں سے ہے۔ اردو اور فارسی کے شعر و ادب خصوصاً اردو شاعری سے آپکو بڑی دلچسپی تھی، شخصیت کی تشکیل کے بنیادی عنصر یعنی شاعری اور ذوق نے جو یہاں سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب اور استاد عبداللہ شاد فرنگی محلی کی صحبت نے ذوق سخن کے لئے مہمیز کا کام دیا لیکن علامہ شبلی کے ہاتھوں یہ ذوق پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ آپکے ابتدائی زمانہ کا کلام بھی استادانہ نشان رکھتا ہے، ملاحظہ ہو ؂

مرگیا ہوں بے کسی حیرت چمن کے لئے
کر دیں چادریں گل بلبلیں کفن کے لئے
بدگمانی سے انھیں میری نظر وہ سمجھے
پھینکے ذرّے بھی اگر روزن دیوار کے پاس

شاعری پر مولانا کی اس قدر اکمالی گرفت کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ فن شاعری پر مولانا کی نظر بڑی گہری اور استادانہ تھی جس کا ثبوت ان کی کتاب شعر الہند ہے۔ وہ قدیم طرز سخن کے دلدادہ اور خود بھی اسی کے پابند تھے، دور جدید کی جدتوں لکھ دیتوں کو سخت ناپسند کرتے تھے اور انکو شاعری نہیں سمجھتے تھے اسی بنا پر انہوں نے ایک تنقیدی مضمون بھی لکھا ہے فن کے قواعد کی پابندی اور زبان کی صحت و صفائی کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور اسی حقیقت سے وہ لکھنؤ کی شاعری کو دلی کی شاعری پر ترجیح دیتے تھے اور لکھنؤ کا اصلاح شدہ رنگ بہت پسند تھا اسی لئے بیان کو آخری دور کا شیخ ناسخ مانتے تھے، اور خود بھی اسی رنگ میں کہتے تھے اگرچہ بعد میں اس رنگ کے شیخ اشعار بھی قلم سے نکل جاتے تھے اور پھر قلم زد کر دیتے تھے لیکن مولانا کا سب سے بڑی خصوصیت شعر و شاعری نہیں بلکہ شعر و شاعری کا فنی تجزیہ کرنا ہے، اصول و ضوابط اور تنقید کی روشنی میں کلام اساتذہ کا تجزیہ اور تحلیل کرنا اور ان کی قدر و قیمت متعین کرنا اور شعراء کی خصوصیات اور خامیاں اجاگر کرنا آپ کا سب سے بڑا وصف ہے۔ مولانا نے فن تنقید پر اس وقت قلم اٹھایا جبکہ تنقید پر طومار اس طرح نہیں تھا اور چند اصول و ضوابط کی روشنی میں اس فن کو انجام دیا، اب چاہے زمانے کے بدلنے اور بگڑنے نے اس کی وہ قیمت نہ رکھی ہو۔

مولانا چونکہ ادیب تھے اور انتخاب، ترتیب، تحریر اور مواد و صورت میں توازن قائم کرنے کی ضرورت ادیب کو پڑتی رہتی ہے اور جب بحیثیت نقاد ان مضامین کو پڑھتا ہے تو اس کے لئے لازم اتنا تو ضروری ہوتا ہے کہ وہ ادیب کی ذہنی ساخت، افتاد مزاج اور فلسفۂ حیات سے واقف ہو، تب جا کر کہیں وہ پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا وہ فیصلہ کرتا ہے جو لوگوں کے ذہنوں میں ایک جواب دہ حیثیت بن کر ساجاتا ہے، اسی لئے مولانا نے شعر الہند کو شعر و عجم کے طور پر لکھا اور کوشش کی کہ فنکاروں کی قدر و منزلت کو حقیقی روپ میں پیش کر سکیں۔ تنقید کرتے وقت یہ بھی ضروری ہے کہ نقاد واقعات اور شخصیات پر نظر رکھے اسی طرح ان کا تاثرات اور الفاظ کے حوالے کو اہمیت دیکر اس بات کو ظاہر کرے کہ وہ کسی خاص اصول کے پابند نہیں ہیں، کچھ مناسب نہیں ہے۔ مولانا نے ان باتوں کا اپنی تنقید میں خاص خیال رکھا ہے، مولانا کی تنقید کا خصوصیت مختصر الفاظ میں یہ ہے اور دوسری خصوصیت نقادوں کی طرح بھی نقاد رہے ہیں کہ مولانا شاعر کی شخصیت سے الگ کر کے دونوں کا تنقیدی جائزہ لیتے ہیں، ایک زمانے میں مولانا کی اس روش پر سخت اعتراض کیا گیا تھا لیکن ان کی تنقید کا یہ ایک بنیادی عنصر ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ مولانا زبان کی صفائی اور الفاظ کی خوبصورتی کو نظر انداز نہیں کرتے اسی طرح آپ کے نزدیک غزل غزل ہی ہے وہ کسی فلسفۂ حیات یا سماجیات اور نفسیات سے عبارت کا نام نہیں، اسی لئے مولانا درد و الم کو سرمایۂ شاعری سمجھتے ہیں۔ رعایت لفظی، تشبیہ اور تغزل کو غزل کا حسن سمجھتے ہیں، علاوہ ازیں افکار جیسی طرز کا جدید اسلوب، جو کہ تنقید کا جائزہ لیتا ہے جسمیں تاریخی حقائق، جغرافیائی حالات، نفسیاتی تجزیہ اور فلسفۂ حیات کا دخل ہوتا ہے ایسے کہاجانے میں مولانا کے یہاں کا اندازہ نظر آتا ہے اور یہ انداز شعر الہند کا سب سے بڑا حصہ ہے۔ اس نظریہ میں حقائق و واقعات سے بحث ہوتی ہے، جدید طرز تنقید کے مطالعے سے جانے والوں کے ناقدین کو بھی اس طرح متاثر کیا ہے کہ وہ اپنے افکار و خیالات سے کام لیا ہو سکتے ہیں جو خاص طور سے ایسی اطراف اور آنکھ والے رہے ہوتے ہیں ان کو ایک عظمت کے نقطۂ نظر سے جنگی وجہ سے تنقید سماجیات، اقتصادیات، نفسیات اور معاشیات کے پس منظر میں دیکھی جاتی ہے جس نے اسکو ایک فلسفہ بنا کر رکھ دیا ہے اسی لئے شعر الہند پر مولوی عبدالحق، نیاز فتحپوری اور کلیم الدین احمد اور دیگر نقادوں نے اعتراضات کیے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ تنقید کا فن اس وقت تک ایسا ہی تھا اور آج بھی ہے [illegible] اسی لئے مولانا نے عام طور پر [illegible] کہ مولانا کی تنقید کی [illegible] کچھ کر اس فن کے جادو کو [illegible]

مولانا کے ادبی و تنقیدی مضامین کا مجموعہ مقالات عبدالسلام کے نام سے چھپ چکا ہے جس کے دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مولانا نے شعر الہند کے دور کا جائزہ لیا ہے اور اس پر اظہار خیال کیا ہے اسی طرح دور جدید کی چند خصوصیتوں کو بھی ذکر کیا ہے۔ مثلاً اردو شاعری اور فن تنقید کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ شاگرد سے زیادہ استاد کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ استاد کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ شاگرد کی طبیعت اور اس کا رجحان شاعری کی طرف ہے یا نہیں اسی طرح آگے چل کر ذکر کیا ہے کہ دوسری بات یہ ہے کہ جوش اور مبالغہ سے احتراز کیا جائے یعنی الفاظ اور ان کی ترکیب و بندش کا معیار وہی زبان و محاورے بول چال کے موافق ہوں جیسی شعر کہا گیا ہے یعنی ہر زبان کی بول چال اور روزمرہ کے الفاظ و محاورے اس ملک والوں کے حق میں بہتر کا حکم رکھتے ہیں اسی طرح معنوی حیثیت سے شعر میں ایسی باتیں کی جائیں جیسی کہ دنیا میں واقعۃً ہوا کرتی ہیں یا ہونی چاہئیں اسی طرح اقبال کا ملا میں جدید اور قدیم دور کی شاعری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قدیم شاعری حسن و الفاظ و حسن قافیہ و ردیف تشبیہ و استعارہ تلمیحات اور روانی اور برجستگی سے عبارت ہے لیکن جدید شاعری درحقیقت مغربیت اور کلاسیکیت کا مجموعہ ہے اسی لئے شاعری کے طور پر اردو شاعری میں انقلاب پیدا ہوا اور اردو غزل نے ——— یہ مولانا کے ادبی و تنقیدی مضامین ہیں جن میں اردو شاعری قدیم و جدید دونوں دور کے دونوں قسموں پر سیر حاصل بحث کی ہے اور یہ اپنے نظر ہونے سے ان مضامین کو مرتب کیا ہے مگر اگر مولانا کے تنقیدی نظریات اور ادیبوں کا جائزہ لیا جائے تو وہ آج کی تنقید سے بہت حد تک موافقت کریں گے۔ البتہ آج کی تنقید جو کہ تحریکوں اور انقلابوں سے متاثر ہے اور اس طرز تنقید کو ماننے والے ایک طبقہ خاص کے نظریوں کو قابل اعتنا نہیں سمجھتا اسلئے جس نظریات و نظریے موجودہ تنقید کے خلاف یا بہت کی ابتدائی معلوم ہوتے ہیں۔

مختصر یہ کہ مولانا کی حیثیت تنقید نگار اس عنوان پر مقالہ ناقص رہیگا اگر ہم اقبال کامل پر بھی ایک نظر نہ ڈالیں جس سے ایک طرف مولانا کے نظریۂ فکر اور اصول تنقید پر روشنی پڑیگی تو دوسری طرف ان بنیادی خصوصیات کا بھی علم ہو جائے گا کہ جس سے مولانا نے اقبال پر قادر فرمائی کی ہے اسکو مولانا کی عبارت میں سنئے، اقبال کامل کے دیباچے میں تحریر فرماتے ہیں۔ "علامہ اقبال کی تصنیفات مختلف مذہبی، سیاسی اور قومی مسائل پر مشتمل ہیں، ان مسائل پر مختلف طریقوں سے بحث کی گئی ہے، اقبال پر جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں ان کے کلام پر کم اور ان مسائل پر زیادہ توجہ دی گئی ہے، اس لئے میں نے کوشش کی ہے کہ ان کے کلام پر شاعری کی حیثیت سے تنقید کروں [illegible] اس لئے [illegible] کی تفصیل [illegible] واضح کروں" اس کے بعد آپ مزید لکھتے ہیں کہ مولانا کا [illegible] حقیقت یہ ہے کہ مولانا دوسری [illegible] کر دوسرے فلسفہ کو نہیں مانتے ہیں، وہ تنقید [illegible] فلسفہ [illegible] کی خصوصیات [illegible] تحریر فرماتے ہیں [illegible]

[illegible]

مگر مولانا شاعر ہوتے کے ساتھ ساتھ تنقید نگار بھی

علامہ شبلی علیہ الرحمۃ

اور ان کی خدمات

محمد [illegible]

گلستاں میں جا کر ہر اک گل کو دیکھا
نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے

غدر [illegible] کا زمانہ تھا۔ اسی سلسلے میں [illegible] ہنگامہ شروع ہوا اور [illegible] شہروں کی طرح اعظم گڑھ میں بھی شورش پیدا ہوئی، [illegible] قیدیوں کو رہائی مل گئی، انہیں اسی ہنگامہ خیز زمانہ میں حضرت مولانا شبلی مرحوم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ جو عام طور سے [illegible] کے نام سے مشہور ہے۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ جس روز وہ ولادت ہوئی اسی دن ضلع اعظم گڑھ کے باغیوں کی ایک جماعت نے جیل کے پھاٹک کو توڑا اور بہت سے قیدیوں کو نکال کر لے گئے۔ آبائی وطن میں [illegible] راجپوتوں کی آبادی تھی جن کے مورث اعلیٰ [illegible] سے چار سو برس پیشتر مسلمان ہوئے تھے۔ اسی خاندان میں مولانا (مرحوم) کی پیدائش ہوئی۔ کیا عجیب بات ہے کہ ایک ہندی نژاد [illegible] آگے چل کر اس قابل ہوا کہ رسول عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت [illegible] دنیا کو آشنا کرے، فاروق اعظم کی سلطنت، عظمت دلوں میں بٹھا دے۔ [illegible] امام اعظم کے فقہ و قانون کے معارج و عظیم کو نیا جلوہ دے، [illegible] اور ایران کی [illegible] شاعروں کی شان [illegible] دے۔ اور غزالی [illegible] اور مولانا روم کے اسرار حقیقت کو برملا فاش کرے۔ ذالک فضل اللہ یعطیہ من یشاء۔

کون شخص اس سے واقف نہیں کہ علامہ مرحوم [illegible] تھے۔ [illegible] کتابیں [illegible] کرتے تھے۔ مولانا کی والدہ مذہبی [illegible] تھیں۔ [illegible] آشنا تھے۔ [illegible] تعلیم [illegible] شوق [illegible] فاروق صاحب [illegible] شروع ہوئی۔ [illegible]

پر سائے کو کام کیا۔ چند ہی روز میں یہ جوہر کوئی ایسا چمکا کر نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ اور ہونہار شاگرد پر ناز کر کے رہ گیا۔ یہ سب استاد کی بہترین صحبت کا اثر تھا جس کے بنا پر مولانا موصوف آب حیات بن کر دنیا کے سامنے ظاہر ہوئے۔ خود علامہ موصوف نے اپنے استاد کی نسبت جو کچھ لکھا ہے اس سے زیادہ بہتر ہو نہ کے متعلق کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

مولانا موصوف پریا کوٹ کے رہنے والے تھے جو اعظم گڑھ کے ضلع میں ایک مردم خیز قصبہ ہے۔ تمام علوم و فنون کی تکمیل کی تھی۔ مزاج میں سخت بے پروائی اور بے تکلفی تھی۔ اسی لئے ایک جگہ قیام نہیں کر سکتے تھے۔ کوئی کام باقاعدہ انجام دے سکتے تھے۔ اسی وجہ سے کوئی بڑی خدمت یا عہدہ حاصل کر سکے۔ نہ اسکی ان کو کوئی پرواہ تھی۔ علمی ذوق اس قدر غالب تھا کہ سخت سے سخت [illegible] کام میں بھی تعلیم و تعلم کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا۔ ... میری تمام کائنات انکے افادات ہیں۔ فارسی کا مذاق بھی انہیں کا فیض ہے۔ اکثر اساتذہ کے اشعار پڑھتے اور انکے ضمن میں شاعری کے نکتے بتاتے۔

واللّٰہ یختص من یشاء۔

علامہ موصوف نے اگرچہ درسیات کی تکمیل مولانا فاروق صاحب ہی سے کر لی تھی۔ لیکن انکے ذوق علمی نے ان کو دوسرے فنون کی خوشہ چینی پر آمادہ کیا۔ ہندوستان کے مختلف گوشوں میں ادب، منطق، حدیث کے جو ارباب [illegible] اپنے اپنے فن میں یکتائے عصر سمجھے جاتے تھے ان سے بھی استفادہ کا شوق ان کو [illegible] مولانا کے والد مرحوم ان کو عزیز اور دل سے چاہتے تھے۔

علاوہ ازیں [illegible] ضرورت [illegible] کو اپنا گھر سے [illegible] تھے مگر مولانا کی والدہ [illegible] بہت [illegible] تھیں۔ [illegible] کو [illegible] کا بہت شوق تھا [illegible] مولانا نے [illegible] کی شوق میں دیار وطن کو الوداع کہا [illegible] اب آپ [illegible]

علمائے عرب کی نظر ڈالیں۔

مولانا حمید الدین فراہی سے فارغ ہوئے دنیائے اسلام پر ایک بڑی تحریک چھائی ہوئی تھی، وہ اتحاد اسلامی کی تحریک تھی۔ اس تحریک کے پیچھے والی سید جمال الدین افغانی تھے جنہوں نے آخر عمر قسطنطنیہ میں قیام کیا تھا۔ بہرحال سلطان عبدالحمید خان نے جو سلطان روم کے نام سے اس زمانہ میں مشہور تھے اس تحریک سے فائدہ اٹھایا۔ اور دنیائے اسلام کی عظیم الشان سلطنت کے فرمانروا کی حیثیت سے ان کو ہر جگہ خلیفۃ الاسلام اور امیر المومنین تسلیم کیا گیا۔ انہی حالات میں [illegible] روس اور روم کی جنگ شروع ہوئی۔ اس جنگ نے اسلامی دنیا میں آگ سی لگا دی۔ ہر جگہ فتح و نصرت کی دعا مانگی جانے لگی۔ زخمیوں کے لئے چندے بھیجے جانے لگے اور سلطان کی حمایت میں ہر جگہ در دستور سے تقریریں ہونے لگیں اور تحریریں لکھی جانے لگیں۔ مولانا شبلی کا آغاز شباب تھا۔ اس چنگاری نے ان کے تمام قوا کو مشتعل کر دیا تھا انہوں نے بڑی مستعدی سے اعظم گڑھ میں چندہ جمع کرنا شروع کیا۔ اور ترکی سفیر کے ذریعہ قسطنطنیہ روانہ کر دیا۔

تعلیم و تدریس کی خدمت ہمارے [illegible] کی زندگی کا اہم جز رہا ہے۔ [illegible] مسند پر یا کسی سرکاری خدمت پر [illegible] اپنے فرض سے غافل نہیں رہتے تھے۔ لیکن یہ کام [illegible] مولانا موصوف کا فطری ذوق تھا [illegible] انہی اسباب کی بنا پر آگے چل کر علیگڑھ یونیورسٹی کے عربی پروفیسر مقرر ہو گئے۔ قرآن پاک کا درس بھی دینے لگے۔ علیگڑھ کی تحریک اس زمانہ میں پر زور تحریک تھی۔ اس تحریک کا اصل مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو نئی تعلیم سے آراستہ کیا جائے۔ اس تحریک کے بعض حصوں [illegible] کو انہوں نے بہت جلد قبول کیا۔ [illegible] ملت کی بربادی کا درد اور احساس [illegible] درد [illegible] بے حس و حرکت کی [illegible]

کہانیوں سے لبریز ہوتے تھے۔ اب قوم و ملت کے عشق سے لبریز ہونے لگے۔ مسلمان کیا تھے اور کیا ہو گئے۔ یہ احساس اب انکی قومی نظموں کا موضوع بن گیا۔

علیگڑھ تحریک کا دوسرا اثر ان پر یہ ہوا کہ انگریزی تعلیم کی ضرورت ان پر واضح ہو گئی۔ اپنے عزیزوں اور برادری کے لڑکوں کو تعلیم کی طرف متوجہ کرنے کا کام انہوں نے خود شروع کیا۔ علیگڑھ کے چار ہی مہینے کے قیام کے بعد انہوں نے یہ تہیہ کر لیا کہ اپنے شہر میں انگریزی تعلیم کا اسکول جاری کریں۔ چنانچہ نیشنل اسکول کے نام سے ایک انگریزی کا مدرسہ شہر اعظم گڑھ میں قائم کیا۔ اس کی عمارت اور تعمیر کے لئے اپنے [illegible] کی ملکیت سے زمین دی [illegible]۔ اور [illegible] لوگوں سے چندے لئے۔ یہ آگے چل کر ہائی اسکول کی شکل اختیار کر گئی۔

مولانا کو انگریزی کی ضرورت کا احساس اس وجہ سے تھا کہ علماء کے لئے بھی اس کا جاننا ضروری سمجھتے تھے۔ اس لئے ندوہ کے مدرسہ میں انگریزی کے پڑھانے پر مصر تھے۔

تصنیف کا آغاز:

شبلی نے اعظم گڑھ سے نکل کر اگرچہ علیگڑھ میں مولویت کے پردہ کے لئے ایک وسیع فضا مل گئی تھی۔ مگر کتابوں سے ان کو جو عشق پیدا ہو گیا تھا اس کے لئے اس سے بھی وسیع فضا کی ضرورت تھی۔ اب ان کو علمی تشنگی بجھانے کے لئے [illegible] اور [illegible] باقی نہیں رہ [illegible] درکار تھا۔

الفاروق وغیرہ [illegible] کے لکھنے کے لئے وہ بیتاب تھے۔ اس کے لئے ہندوستان کے کتب خانے کافی نہ تھے۔ اس لئے مصر و شام اور قسطنطنیہ کے کتب خانوں کے کھنگالنے کی ضرورت تھی۔ لہٰذا اسکی تکمیل کے لئے انہوں نے [illegible] کا سفر کیا۔ اور ان کی مختلف شہرۂ آفاق تصانیف جیسے شعر العجم، سیرۃ النعمان، الفاروق، سیرت النبی وغیرہ بہت مشہور و مقبول ہیں۔!!

بقیہ صفحہ ۱ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا خطاب

علماء کے احترام پر قائم ہے اور علم اور اسکے مقام، دینکے معاد اور اسکے مقاصد اور اسکے پیغام کے بارہ میں انکے تصورات نقطۂ نظر مغربی مادی نظام تعلیم کے نقطۂ نظر سے مختلف ہے اسی طرح اساتذہ اور تعلیم کے تمام وسائل و ذرائع کے بارے میں طالب علم کا نقطۂ نظر جدید دور کے مغربی طلبہ کے نقطۂ نظر سے جداگانہ ہے۔ اسلام میں علم و علماء کے فضائل اس سلسلے میں وارد آیات و احادیث اور صرف اسی موضوع پر تصنیف کی گئی کتابوں، اور رسالوں سے ایک مستقل لائبریری بن سکتی ہے) پر طائرانہ نظر بھی دینی ذمہ داروں کے فرزندوں اور عصری اداروں کے پروردوں کے ذہن سے فرق واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔

لیکن یہ حقیقت حال جس کا اعتراف کرنا ضروری ہے کہ [illegible] ماحول، عصری افکار و نظریات اور سیاسی و اقتصادی اسباب و عوامل کا گہرا اثر ہمارے دینی و اسلامی اداروں کے طلبہ پر بھی پڑا ہے اور ان سے ہمارے اصولی اور تعلیمی اور تربیت کے ذمہ دار بھی محفوظ نہیں رہ سکے۔ طلبہ کا ایک بڑا طبقہ فکری انتشار، روحانی اضطراب، علم اور علماء کی بے وقعتی اور اس علم کی قدر و قیمت اور اس کے خادموں پر اعتماد کے فقدان کا شکار ہو گیا ہے۔ اب خال خال ہی ایسے طلبہ مل سکتے ہیں جو طلب علم میں مخلص ہوں اور اجر آخرت کی توقع پر صرف اللہ کی رضا کے لئے طلب علم میں منہمک ہوں۔ اپنی قسمت پر ناز کرتے ہوں اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوں اور دل و جان سے تحصیل علم میں لگے ہوئے ہوں اس راہ کی مشقتیں خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوں، انہیں لذت و فخر محسوس کرتے ہوں جو اسکی دعوت کو اپنائیں، اس پیغام کو لیکر جیئے اور مرنے کا عزم رکھتے ہوں، طاقتور جذبہ اور پرجوش جذبے سے بہرہ ور ہوں جسکے ذریعے غلط میلانات و خواہشات اور شکوک و شبہات کا مقابلہ کر سکیں اثر پذیر ہونے کے بجائے اثر انداز ہوں مغلوب ہونے کے بجائے دوسروں پر چھا جائیں۔

بلکہ یہ افسوسناک حقیقت ہے کہ دینی مدارس کے طلبہ کی اکثریت اخلاق میں ذوق میں اور اسلام کی صلاحیت و ادبیت اور اسکی ضرورت و افادیت پر ایمان میں عصری اداروں کے طلبہ سے کسی طرح بھی ممتاز نظر نہیں آتے بلکہ بسا اوقات جدید اداروں کے بعض طلبہ دینی تحریکوں اور مذہبی دعوتوں سے تعلق، طاقتور دینی شخصیتوں سے اکتساب فیض یا صالح لٹریچر کے مطالعہ کے اثر سے مذہبی اداروں کے طلبہ کے مقابلہ میں زیادہ قوی الایمان اور اسلام کے لئے زیادہ سرگرم اور پرجوش نظر آتے ہیں۔

فکری و عملی اور اغراض و مقاصد کا انتشار پوری طرح دینی [illegible] کے ماحول میں ظاہر ہوا ہے جو اطراف و اکناف عالم سے آئے ہوئے مختلف و متضاد عناصر کا سنگم ہے جہاں مختلف تقاضوں زبانوں اور ماحول کے نوجوان جمع ہو گئے ہیں اور یہاں اس وقت علاوہ کوئی ایسی شخصیت میسر نہیں جو ان مختلف عناصر کو مربوط و ہم آہنگ کر سکے، ان کو ایک رنگ میں رنگ سکے اور ایک عقیدہ اور ایک مقصد کے سانچے میں ڈھال سکے۔ مسئلہ اور زیادہ پیچیدہ اور نازک ہو گیا جب انکے ساتھ مادی ترغیبات بھی شامل ہو گئیں چنانچہ بہت سے طلبہ کو یہاں کھینچ کر لانے کا سبب جامعہ سے ملنے والا قابل قدر وظیفہ ہے اور یہ خطرناک پہلو ہے کہ یہاں دارالاقامہ کی وہ اجتماعی اور مشترک زندگی نہیں جیسے کہ پہلے دینی مدارس کے طلبہ گذارا کرتے تھے اور کوئی ایسی مثالی شخصیت نہیں جو مختلف شعبوں کے مختلف بازوؤں کی سرپرستی کرے، انسان پر اپنی جاذبیت، اخلاص اور دردمندی کا پرتو ڈالتی رہے، نوجوانوں کی نفسیات اور انکی الجھنوں کی گہری معرفت رکھتی ہو اور ان کی صلاحیتوں کو پروان چڑھائے اور انکی تربیت کرے۔

[illegible] مسلمانوں میں مروجہ دینی نظام تعلیم ...

[illegible] ممالک میں مسلمان مختصر کرکے دور کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ بین الاقوامیت اور حکومت عالم کے تصور سے آگے نہیں بڑھ پائے۔ بین الاقوامیت اور حکومت عالم کا تصور خلاء میں پروان نہیں چڑھ سکتا ہے بلکہ اسے بھی کسی مرکز سے منسلک ہونا پڑے گا۔ [illegible] ایک خدا کی پرستش انسانوں کی ایک روحانی اور جذباتی قربت پیدا ہونے کا موقع فراہم کر دیگا تو کسی ایسی تہذیب کی داغ بیل ڈالی جا سکے گی جو پوری دنیا کو وحدت انسانی سے آشنا کر سکے۔ مغرب تو مذہب کے عقیدے سے اقوام عالم کی نجات ہے۔ جو بین الاقوامیت کی [illegible] پروان چڑھے گی وہی پوری عالم انسانیت کے مصائب کا مداوا کر سکے گی۔ اسلامی تعلیم جدید کی بنیادی تسلیم کرنے کے باوجود اسکی [illegible] کی طرف اشارہ کرنا پڑتا ہے اور یہ کہنا پڑتا ہے کہ علم کے [illegible] [illegible] [illegible]

چاڈ میں مسلمان

سوڈان اور لیبیا کی سرحدوں سے چاڈ کی شمالی سرحدیں ملتی ہیں اس لئے دونوں ممالک کے باشندے ایک دوسرے کے علاقے میں آتے جاتے ہیں اور ان کے درمیان شادی بیاہ کے تعلقات بھی اور تجارتی لین دین ہوتے رہتے ہیں۔ اس علاقے میں مسلمانوں کی ستر فیصد آبادی کے ساتھ ساتھ لیبیا اور سوڈان کے باشندے بھی سکونت پذیر ہیں اور بعض شہری علاقوں میں سماری و عرب کی تجارتی دوکانیں اور مستقل مراکز ہیں لیکن ان میں کی ایک اچھی خاصی تعداد زراعت پیشہ ہے اور بھیڑ بکریوں پر گذارہ کرتی ہے۔

چاڈ کے مسلمان سلیم الطبع شریف اخلاق شعار کے پابند اور قدیم معاشرتی روایات کے خوگر ہیں۔ اور ان کو حتی الامکان پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی عام زندگی پر قبائلی معاشرتی رشتہ کا گہرا اثر ہے۔ شمالی خطہ کے علاوہ جنوبی خطے میں مسلم قبائل کی بڑی تعداد آباد ہے جن کا سلسلۂ نسب قبیلہ سارہ سے ملتا ہے جو قریب میں مسلمان ہوا ہے۔

چاڈ کے مسلمانوں کی دینی حمیت اور غیرت اس وقت قابل دید ہوتی ہے جب انہیں حج کی توفیق ہو جاتی ہے چاہے پا پیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ صحرائی دیہاتی علاقے اور شہری خطوں میں بہت کی چھوٹی بڑی مساجد اور عظیم مسجدیں پائی جاتی ہیں شہر کی مسجدیں عموماً اینٹ پتھر اور مٹی کی بنی ہیں۔ لیکن دیہات کی مسجدیں گھاس پھوس اور درختوں کی تنے اور ٹہنیوں کی ہیں۔

دارالحکومت فورٹ لامی میں ایک بڑی جامع مسجد ہے جس میں تقریباً ایک ہزار افراد بیک وقت نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس سے ملحق ایک بڑا میدان ہے جو چاروں جانب سے مسجد کو گھیرا ہے اس مسجد کے امام موسیٰ ابراہیم ہیں جو امام ہونے کے ساتھ مسلم معاملات کے نگراں و ذمہ دار بھی ہیں۔ علاوہ دارالحکومت کی مسلم آبادیاں شہری بستیوں میں بہت کی مسجدیں ہیں جن میں پنجگانہ نماز اور جمعہ ہوتی ہیں اور دور دراز مقامات سے لوگ جامع مسجد میں نماز ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

چاڈ کے صدر مملکت نے انقلاب کے بعد گروہ بندی کر کے مسجدوں کی تعمیر و ترقی کے لئے سرکاری بجٹ میں مستقل [illegible] اور دوسرے شہروں میں مسلمان آباد [illegible]

بہ ہر مسجد میں شعور کرائی جا سکیں اور مذہبی شعار کو پوری آزادی کے ساتھ ادا کیا جا سکے۔

تعلیمی حالات: فرانسیسی دور میں مسلم بچوں کو سرکاری اسکولوں میں داخل نہیں کیا جاتا تھا کیونکہ مسلم معاشرہ میں یہ بات عام تھی کہ یہ سرکاری اسکول مسلم بچوں کو گمراہ کرنے کے لئے قائم کئے گئے ہیں۔ اسی کی وجہ سے [illegible] کی تعلیم کا دائرہ معمولی عربی اور معروف چند دینی مسائل سے آگے نہیں تھا اور ان کی تعلیمی پرورش ساحلی مکتبوں میں مقامی اساتذہ کے گھروں سے آگے نہیں تھی اس مقام پر یہ بات قابل ذکر ہے لیبیا چاڈ کی سرحد کے ایک دوسرے سے ملنے کی بنا پر یہاں بکثرت لیبیا کے دوستانہ تعلقات ہیں۔ [illegible] اور خاندانی طور پر ایک دوسرے سے منسلک ہونے کے باوجود نکاح جیسے اہم معاملات بھی ہوتے ہیں نیز ان تعلقات نے اسلام کی نشر و اشاعت میں نہایت مؤثر رول ادا کیا ہے۔

عربی تعلیم: سرکاری اسکولوں کالجوں میں عربی زبان لازمی زبان کی حیثیت رکھتی ہے۔ عربی درس و تدریس کے لئے سوڈان، لیبیا اور تیونس سے باقاعدہ تعلیم یافتہ اساتذہ مقرر کئے جاتے ہیں۔ عربی زبان و ادب اور دوسرے علوم و فنون کی تحصیل کے لئے طلبہ کے وفود عرب ممالک بھیجے جاتے ہیں۔

دینی تعلیم: قرآن کی تعلیم و تدریس کے لئے چاڈ کی حکومت مالی امداد کرتی ہے۔ نیز مسلم طلبہ کو عربی پڑھانے کے لئے سرکاری ابتدائی اسکول کھولے گئے ہیں۔ اسلامی اداروں کے [illegible] مدارس میں تقرر ہوتا ہے۔

چاڈ کی حکومت نے ایک معلم حسین کیا ہے جس کی تنخواہ ایک [illegible] کے برابر ہے۔

دینی شعائر: حکومت چاڈ [illegible] حاجیوں کے سرکاری و [illegible] زیارت کے لئے [illegible] [illegible] حاجیوں کے سفر کا خرچ حکومت ادا کرتی ہے۔

حال ہی میں [illegible]

[illegible] اور [illegible]

اور [illegible]

[illegible]

ندوۃ العلماء کی تحریک کا ایک اہم پہلو — رفع نزاع باہمی

[illegible]

Regd. No. L 1981 FORTNIGHTLY Phone: 22948

TAMEER-E-HAYAT

Darululoom Nadwatululama, Lucknow (India)

"میں دکھ بھری داستان دہرانا نہیں چاہتا"

[illegible]

[illegible]

عربی زبان کی علمی، ادبی اور صحافتی دنیا میں —

ندوۃ العلماء سے شائع ہونے والے

ماہنامہ "البعث الاسلامی"

پندرہ روزہ "الرائد"

نے ممتاز مقام پیدا کر لیا ہے

[illegible] "البعث الاسلامی" اور پندرہ روزہ "الرائد" [illegible]

پتہ: پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ

البعث الاسلامی

رئیس التحریر

محمد الحسنی

مدیر التحریر

سعید الاعظمی

الرائد

AL-RAID